مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) مشرف علی تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۱۶ | جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ / مارچ ۲۰۱۵ء | شمارہ ۳

التزاحم فی التراحم

شفقت میں غلو

ازافادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ = ۲۰/ روپے   زر سالانہ = ۲۰۰/ روپے

ماہنامہ الامداد لاہور

۳۵۴۲۲۲۱۳
۳۵۴۳۳۰۴۹

پتہ دفتر
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ناشر: (مولانا) مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

(التزاحم فی التراحم)

(شفقت میں غلو)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	امراض قلب کی طرف توجہ کی ضرورت	۸
۲	اشد مرض	۸
۳	جاہل کا ولی اللہ بننا	۹
۴	مجمع صلحاء کی برکت	۱۰
۵	افراط فی الشفقت مذموم ہے	۱۱
۶	امر بالمعروف میں سیاست وتدبیر کی ضرورت	۱۱
۷	مشائخ وعلماء کو شفقت میں اعتدال کی ضرورت	۱۳
۸	ایثار فی القرب جائز ہے	۱۴
۹	سلام میں پہل کرنا	۱۶
۱۰	مشائخ کاملین کا طرز تربیت	۱۷
۱۱	جمعیت قلب کے اہتمام کی ضرورت	۱۹
۱۲	غیر ضروری تعلقات مضر ہیں	۲۱
۱۳	اتباع سنت کی حقیقت	۲۲
۱۴	منتہی کو بھی یکسوئی کی ضرورت ہے	۲۳
۱۵	حظ نفس میں بجائے ثواب کے گناہ	۲۳

۱۶	حظ نفس کا علاج	۲۴
۱۷	مبتدی کو وعظ نہیں کہنا چاہیے	۲۵
۱۸	طریق باطن میں یکسوئی کی ضرورت	۲۷
۱۹	طریق باطن میں اخلاص کی ضرورت	۲۸
۲۰	تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات ایک سے نہ تھے	۲۹
۲۱	تمام انبیاء علیہم السلام کامل ہیں	۳۰
۲۲	شیخ و مرید میں باہمی مناسبت شرط ہے	۳۱
۲۳	مرید کے لئے ترک تعلقات کی اہمیت	۳۲
۲۴	سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو مختلف امور پر مامور فرمایا	۳۴
۲۵	ہدایت غیر کا حد سے زیادہ اہتمام مطلوب نہیں	۳۵
۲۶	مناظرہ کا ہر شخص اہل نہیں	۳۶
۲۷	ہر فتنہ کی مدافعت کے درپے ہونا ضروری نہیں	۳۹
۲۸	دعاؤں میں تطبیق	۴۰
۲۹	اہل اللہ کا مختلف مذاق	۴۱
۳۰	خلاصہ وعظ	۴۲
۳۱	تتمہ وعظ	۴۳
۳۲	اصلاح غیر کے درپے ہونا مطلوب نہیں	۴۵

وعظ

(التزاحم فی التراحم)

(شفقت میں غلو)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اس وعظ میں اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ دوسروں پر شفقت میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور دوسرے کی اصلاح کی خاطر اپنا دینی نقصان ہرگز نہیں کرنا چاہئے سلوک طے کرنے والوں کو جس قسم کی غلطیاں پیش آتی ہیں ان کی اصلاح کی گئی ہے اور اپنی اصلاح کے اہتمام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں ((اب وہ مولانا صاحبان غور کرلیں جو اصلاح غیر کے درپے ہیں، کیا وہ اپنی اصلاح و تکمیل سے فارغ ہوگئے ہیں، اگر وہ سچ بولیں گے تو ضرور یہ کہیں گے کہ فراغت تو کہاں، ابھی تو اپنی اصلاح کی ابتداء بھی نہیں ہوئی اس حالت کو مرض کہہ رہا ہوں اور اسی سے منع کرر ہا ہوں))

اللہ تعالیٰ تمام مستفیدین کو اپنی اصلاح کی فکر عطا فرمائیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۲ دسمبر ۲۰۱۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارك وسلم

اما بعد:

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

((فقد قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی دعائہٖ اللھم بعلمك الغیب وقدرتك علی الخلق احینی ماعلمت الحیٰوۃ خیرا وتوفنی اذا علمت الوفاۃ خیرا اللھم اذا اردت بقوم فتنۃ فتوفنی غیر مفتون الی روایہ النسائی وایضا قال رواہ الترمذی۔ (سنن النسائی ۳:۵۵، مشکوۃ المصابیح: ۲۴۹۷)

”یہ دو حدیثوں کے ٹکڑے ہیں جن کا حاصل دعا ہے۔ ترجمہ پہلے جزو کا یہ ہے کہ اے اللہ آپ کے علم غیب اور قدرت پر مخلوقات کا واسطہ دے کر میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھئے جب تک آپ کے علم میں زندگی میرے واسطے بہتر ہو اور اس وقت مجھے اٹھا لیجئے جب وفات میرے واسطے آپ کے علم میں بہتر ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور دوسرے جزو کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ جب آپ کسی جماعت کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں تو مجھے ایسی حالت

میں اٹھا لیجئے کہ میں فتنہ سے مامون رہوں۔

امراض قلب کی طرف توجہ کی ضرورت

اب مجھے اس سے ایک مسئلہ مستنبط (۱) کرنا مقصود ہے اور وہ مسئلہ ان احادیث کی تلاوت کے وقت ذہن میں آیا تھا کیونکہ مناجات مقبول میں (جس کے ورد کا معمول ہے) یہ دونوں دعائیں ایک ہی حزب میں قدرے فصل (۲) سے آئی ہیں، یہ مسئلہ پہلے بھی ذہن میں آیا تھا مگر اس عنوان سے نہیں جس عنوان سے ان دعاؤں کی تلاوت کے وقت آیا اور جی چاہا کرتا ہے کہ جو مسئلہ نیا ذہن میں آئے اس کو احباب کے سامنے بیان کر دیا جائے اور اس کا ماخذ (۳) بھی برکت کے لئے پڑھ دیا جائے اور اس میں اس کا تو انتظار نہیں ہوتا کہ اس کا فہم، ماخذ کی دلالت مقصود میں قریب ہے گو کسی اور کے نزدیک دوسرا ماخذ دلالت میں قریب ہو اور یہ مسئلہ دوسری نصوص سے بھی مستنبط ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے جس ماخذ سے اس کی طرف انتقال (۴) ذہن ہوا ہے میں نے اسی کو اس وقت پڑھ دیا ہے۔ حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ ایک مرض پر اس وقت متنبہ کرنا مقصود ہے۔

اشد مرض

کیونکہ امراض قلب (۵) پر لوگوں کو بہت کم توجہ ہے تو ان پر تنبیہ کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ اس کو مرض ہی نہ سمجھا جائے کیونکہ بعض امراض ایسے بھی ہیں جن کو لوگ مرض نہیں سمجھتے۔

امراض تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو مرض سمجھا جائے دوسرے وہ جن

(۱) ایک مسئلہ نکالنا ہے (۲) یکے بعد دیگرے (۳) کہاں سے ماخوذ ہے (۴) اس ماخذ کی وجہ سے میرا ذہن ادھر منتقل ہو گیا (۵) دل کی بیماریوں۔

کو مرض نہ سمجھا جائے، یہ سب سے اشد ہے، اور جس مرض پر میں اس وقت متنبہ کرنا چاہتا ہوں وہ تیسری ہی قسم کا ہے کہ لوگ اس کو عین صحت سمجھتے ہیں اور اس میں خواص زیادہ مبتلا ہیں۔ میں نے ایک بیان میں پہلے بھی کہا کہ ان امراض قلب میں عوام کم مبتلا ہیں خواص زیادہ مبتلا ہیں اور خواص میں بھی سب سے زیادہ مشائخ مبتلا ہیں، اس لئے مناسب یہ تھا کہ یہ بیان عوام کے مجمع میں نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اس کا بیان ایک امر زائد (۱) سا معلوم ہوتا ہے مگر عوام کے سامنے اس خیال سے بیان کر رہا ہوں کہ اول تو خواص کا خالص مجمع کہاں سے لائیں۔ جب بیان کی اطلاع ہوتی ہے تو سبھی لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے عوام بھی کبھی خواص ہو سکتے ہیں بلکہ ہو جاتے ہیں پس عوام کے سامنے ایسے مسائل کا بیان نہ کرنا ایک قسم کا کبر ہے (۲) کہ گویا اپنے کو خواص سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے سے کم سمجھتے ہیں کہ کسی کو کیا خبر کہ عنداللہ کون خاص ہے کون عام ہے، پھر عوام کے سامنے یہ مسائل تصوف کیسے نہ بیان کیے جائیں ان کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے کیوں مایوس کیا جائے، کہ تم خواص نہیں بن سکتے۔ حضرت! فاقہ زدہ لوگوں کو رئیس اور امیر بنتے ہوئے ہم نے خود دیکھا ہے اور ایک دفعہ میں نے ایک مجمع میں یہ کہا کہ بعض دفعہ فاقہ زدہ آدمی بادشاہ ہو گئے ہیں تو ایک صاحب نے اس کی تائید میں کہا کہ آج کل ایران کا بادشاہ ایک سائیس ہے (۳) تیمور لنگ ایک معمولی آدمی تھا مگر رفتہ رفتہ بادشاہ ہو گیا۔

جاہل کا ولی اللہ بننا

یہ تو دنیوی عروج (۴) کا حال ہے اور دینی عروج کی بھی یہ حالت ہے کہ بہت سے عامی چند روز میں بڑے ولی اور عالم بن گئے ہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) فالتو بات معلوم ہوتی ہے (۲) تکبر ہے (۳) گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والا (۴) دنیوی ترقی۔

کے یہاں ایک شخص مسلمان ہوئے اور مسلمان ہونے کے بعد ان کو پڑھنے کا شوق ہوا تو جس وقت وہ قاعدہ پڑھنے بیٹھے اس وقت الف کو الپ کہتے تھے، کون سمجھتا تھا کہ یہ الف کو الپ کہنے والا کسی وقت عالم بھی ہوجائے گا مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ بعد میں وہ ایسے کامل ہوئے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حدیث کا دورہ پڑھاتے تھے۔ خیر جاہل کا عالم ہوجانا تو نادر ہے مگر جاہل کا ولی ہوجانا کثیر الوقوع ہے (۱) اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اول تو خواص کا جمع کرنا دشوار ہے دوسرے اس کی ضرورت ہی نہیں کہ عوام سے ان مسائل کو مخفی رکھا جائے، کیونکہ ان کی سمجھ سے بعید ہے مگر یہ مسئلہ دقیق نہیں ہے (۲) اور اگر اس کے ضمن میں کوئی بات دقیق آجائے تو عوام اس میں غور نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ سہل (۳) بات کے بیان کرنے میں بھی کسی مناسبت سے دقیق مضمون آجاتا ہے تو ایسے مضمون میں جو کہ سمجھ میں نہ آئے۔ عوام خود ہی غور فکر کریں اور اس کی ضرورت ان کو ہے جو سمجھنے اور غور کرنے کے لئے بیان میں شریک ہوتے ہیں۔

مجمع صلحاء کی برکت

بعض عوام تو سننے کے لئے آتے بھی نہیں ویسے ہی دل بہلانے کو بیٹھ جاتے ہیں، انہیں نہ دقیق مضمون سے بحث ہے نہ سہل (۴) سے مگر محروم یہ بھی نہیں بلکہ ان کو مجمع صلحاء کی برکت حاصل ہوجاتی ہے۔ جب حق تعالیٰ کے پاس فرشتے جاکر اس مجمع کا ذکر تذکرہ کرینگے کہ الٰہی آپ کے بندے ایک جگہ جمع ہوکر آپ کا اور آپ کے احکام کا تذکرہ کررہے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں اشھد وانی قد غفرت لھم۔ گواہ رہنا میں نے سب کو بخش دیا اس پر بعض ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ الٰہی فلاں شخص تو ذکر کی نیت سے نہ آیا تھا ویسے ہی آکر بیٹھ گیا تھا۔ ارشاد ہوگا

(۱) اکثر واقع ہوجاتا ہے (۲) باریک نہیں ہے (۳) آسان (۴) نہ شکل مضمون کا خیال ہے نا آسان کا۔

میں نے اس کو بھی بخش دیا یا اولئك قوم لا یشقی جلیسھم۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں جاتا۔

افراط فی الشفقت مذموم ہے

اس مسئلہ کو سننا چاہیے سو وہ مسئلہ یہ ہے کہ آجکل مشائخ میں ایک مرض افراط شفقت ہے (۱) آپ کو سنتے ہی معلوم ہوگیا کہ اس کو کون مرض سمجھتا ہے۔ شفقت کی کمی تو سمجھا جاتا ہی نہیں اور یہ تفریط شفقت (۲) عوام میں زیادہ ہے۔ کیونکہ عوام میں خود غرضی زیادہ ہے ان کو اپنی غرض مطلوب ہوتی ہے اس لیے دوسروں پر شفقت نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص سو رہا ہو اور یہ نماز کا وقت ہے تو عوام اس کو جگاتے نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھے گا تو اپنے واسطے نہیں پڑھے گا تو اپنا نقصان کرے گا اور خواص میں شفقت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے جو صفت محمودہ ہے (۳) مگر بعض کی شفقت افراط (۴) کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور یہ مرض ہے مگر عام طور پر اس کو مرض نہیں سمجھا جاتا بلکہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صفات محمودہ میں جس قدر بھی زیادت ہو محمود ہی ہے (۵) حالانکہ یہ غلط ہے شریعت نے صفات محمودہ کے لئے بھی حدود مقرر کی ہیں ان حدود سے تجاوز محمود نہیں (۶) بلکہ مذموم ہے چنانچہ افراط شفقت کا مذموم (۷) ہونا آپ کو ایک واقعہ سے معلوم ہوگا۔

امر بالمعروف میں سیاست و تدبیر کی ضرورت

کانپور میں ایک مولوی صاحب ایک رئیس کے یہاں مہمان ہوئے وہ رئیس نماز ایسی ہی گنڈے دار پڑھتے تھے اور جماعت و وقت کے تو بہت کم پابند تھے

(۱) شفقت میں حد سے تجاوز کرنا (۲) شفقت میں کمی (۳) اچھی عادت ہے (۴) شفقت حد سے متجاوز ہو جاتی ہے (۵) اچھی صفات مین جتنی بھی زیادتی ہو اچھا ہے (۶) حد سے بڑھنا پسندیدہ نہیں ہے (۷) برا ہونا۔

صبح کو نماز اکثر طلوع شمس کے قریب یا اس کے بعد پڑھتے تھے۔ ان مہمان مولوی صاحب نے یہ حالت دیکھ کر ان کو نصیحت اور تنبیہ شروع کی ہر وقت نماز کے لئے ان کو ٹوکتے اور صبح کی نماز کے لئے اول ہی وقت سے جگادیتے اور جب وہ اٹھنے میں سستی کرتے تو سخت سخت الفاظ کہتے کہ گدھے سے پڑے سورہے ہیں اتنی لمبی رات میں بھی نیند نہیں بھرتی، پس کھالیا، ہگ لیا، اور سورہے اس کے سوا کچھ کام نہیں ایک روز تو رئیس نے صبر کیا کیونکہ نماز کے لئے نصیحت کرنا ہر مسلمان کو گوارا ہے جس سے نماز کے لئے کہو گے کبھی انکار نہ کرے گا مگر سختی بعض دفعہ گراں گزرتی ہے چنانچہ ایک دن جو مولوی صاحب نے سخت الفاظ استعمال کئے تو رئیس کو غصہ آگیا اور کہا جاؤ ہم نماز نہیں پڑھتے تمہاری نماز تم کو بخشوائے گی ہماری ہم کو بخشوائے گی چلو ہم جہنم میں ہی سہی اور اس کے بعد نوکروں سے کہا کہ اس مولوی کو باہر نکال دو۔ گو اس رئیس نے بہت سخت الفاظ کہے مگر وہ اس سے کافر نہیں ہوا کیونکہ مقصود فرضیت صلوٰۃ سے انکار نہ تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ تمہارے کہنے سے نماز نہیں پڑھوں گا اور یہ سخت الفاظ ان کی زبان سے مولوی صاحب کی سخت کلامی کی وجہ سے نکلے تو جیسے رئیس کو گناہ ہوا اسی طرح مولوی صاحب کو بھی گناہ ہوا کہ انہوں نے امر بالمعروف (۱) میں سیاست و تدبیر کا لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ امر بالمعروف میں اس کی بہت ضرورت ہے یونہی ڈھیلا (۲) سا ماردینا جائز نہیں اور اس شخص کو بھی امر بالمعروف زیبا نہیں جو نصیحت کے وقت اپنے کو مخاطب سے افضل سمجھتا ہو اور ایسے ہی شخص کی نصیحت مخاطب پر گراں ہوتی ہے اور جو نا صاحب اپنے کو سب سے کمتر سمجھتا ہو اس کی نصیحت ناگوار نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ سختی کے ساتھ نصیحت نہیں کرتا اور اگر سختی کرتا بھی ہے تو موقع اور حال کا لحاظ کر کے سختی کرتا ہے۔ بعد میں وہ رئیس

(۱) اچھائی کا حکم کرنے میں (۲) پتھر برسانا۔

اپنے احباب سے کہتے تھے کہ اس منحوس کلمہ کا (کہ جاؤ ہم نماز نہیں پڑھتے) یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد سے اب تک مجھے نماز کی توفیق نہیں ہوئی حالانکہ اس سے پہلے ادا یا قضا جماعت سے یا بے جماعت پڑھ لیا کرتا تھا۔ تو ان مولوی صاحب میں یہی مرض تھا، یعنی افراط شفقت جس کا یہ انجام ہوا کہ کتنے سال تک دوسرے شخص کو نماز سے محروم کردیا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ افراط شفقت بھی مرض ہے اور یہ مرض بعض مشائخ میں زیادہ ہے کیونکہ مشائخ تین قسم کے ہیں ایک وہ جن کی طبیعت میں اعتدال ہے، افراط شفقت ہے نہ آزادی ہے یہ تو اعلیٰ درجہ ہے اور بہت محمود ہے۔ دوسرے جن میں آزادی غالب ہے تیسرے وہ جن میں شفقت غالب ہے۔ یہ دونوں درجے بھی محمود ہیں اگر غلبہ حد سے تجاوز نہ ہو۔ مثلاً آزادی کا غلبہ اس درجہ نہ ہو کہ دوسروں کے نقصان کا سبب بن جائے۔ اس طرح شفقت کا غلبہ اس قدر نہ ہو کہ اپنا نقصان کرلے اگر غلبہ شفقت سے اپنا نقصان نہ ہو تو مضر نہیں اور نہ یہ مرض ہے، ہاں اگر اپنا نقصان ہونے لگے تو مضر ہے(۱) اور اب اس کو مرض کہا جائیگا میں اس وقت اسی پر متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔

مشائخ وعلماء کو شفقت میں اعتدال کی ضرورت

بعض مشائخ وعلماء کی حالت یہ ہے کہ غلبہ شفقت میں ہر شخص کے کام میں گھس جاتے ہیں، ہر معاملہ میں مشورہ بھی دیتے ہیں اور ہر شخص کی خدمت کو تیار ہوجاتے ہیں اور اس سے وہ اپنا نقصان کرلیتے ہیں کہ نہ معمولات کا انضباط(۲) رہتا ہے نہ کسی وقت یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ نہ کوئی وقت تنہائی کا ان کو ملتا ہے۔ ہر وقت مجلس جمائے بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کی دنیا سنوارنے(۳) میں اپنا دین برباد

(۱) نقصان دہ (۲) اپنے معمولات وقت پر ادا نہیں کرسکتے (۳) درست کرنے میں۔

کر دیتے ہیں یہ حالت قابل اصلاح ہے مگر آجکل مشائخ اس کو عین طاعت سمجھتے ہیں۔ ہمارے ماموں صاحب جن پر آزادی غالب تھی مگر باتیں حکیمانہ فرماتے تھے تو ان کی کوئی بات حکمت کی ہو تو اس کے بیان کرنے میں کیا حرج ہے، وہ مجھے فرماتے تھے کہ دوسروں کے جوتیوں کی حفاظت میں اپنی پونجی کو برباد نہ کر دینا جیسے بنارس کی حکایت سنی ہے کہ وہاں نہان (۱) کے موقع پر ایک رئیس نے اپنے ملازم کو سامان کے پاس بٹھادیا اور خود نہانے چلا گیا سامان بہت قیمتی تھا اور نقد روپیہ بھی ساتھ تھا چوروں نے دیکھ لیا اور کوشش کی کہ کسی طرح ملازم یہاں سے اٹھے تو سامان پر قبضہ کریں تو انہوں نے یہ تدبیر کی کہ پیتل کی اشرفیاں جیب میں بھر کر اس ملازم کے سامنے سے زمین پر گراتے ہوئے گزرے ملازم یہ سمجھا کہ سونے کی اشرفیاں ہیں اور بے خبری میں جیب کے پھٹ جانے سے گر رہی ہیں وہ حرص میں سامان کے پاس سے اٹھا کہ قریب تو ہوں ہی اور اشرفیاں جمع کرنے لگا چوروں کی ایک جماعت جو اسی انتظار میں تھی آئی اور رئیس کا سامان اٹھا کر چلتی ہوئی۔ تو جیسے اس شخص نے پیتل کی اشرفیوں کے لئے قیمتی سامان کو برباد کیا اسی طرح بعض مشائخ غلطی کرتے ہیں۔ بہر حال ہمارے ماموں صاحب کا یہ ارشاد تھا اور واقعی سچی بات تھی۔

ایثار فی القرب (۲) جائز ہے

مشائخ آج کل اس مرض میں زیادہ مبتلا ہیں اور اس کا نام ایثار رکھا ہے اور ایثار کی اسلام میں بہت تعلیم کی گئی ہے اور اس کی صفت محمود ہونے میں کچھ شک نہیں مگر گفتگو تو اسی میں ہے کہ آپ کا یہ فعل ایثار میں داخل ہے یا نہیں، اور داخل ہے

(۱) غسل کرتے وقت (۲) عبادات میں ایثار کرنا۔

تو حدود سے تو باہر نہیں۔ ایثار کے متعلق علماء ظاہر کا قول تو یہ ہے کہ قربات میں ایثار جائز نہیں (۱) مگر صوفیہ نے ایثار فی القرب کو بھی جائز کہا ہے جیسے صف اول میں کسی عالم یا شیخ کو اپنی جگہ بڑھا دینا اور خود پیچھے ہٹ آنا صوفیہ کے نزدیک جائز ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں ترک قربت نہیں ہے (۲) بلکہ قربت ادنیٰ کو قربت اعلیٰ کے طلب میں ترک کرنا ہے (۳) کیونکہ احترام مسلم متقی فی الصّف الاول سے اعلیٰ قربت ہے (۴) اور دراصل یہ ایثار نہیں کیونکہ اس نے دوسرے کے لئے اپنے نفع کو فوت نہیں کیا بلکہ اپنے نفع کو حاصل کیا۔ اور منشاء اس مرض کا جو آج کل مشائخ میں پایا جاتا ہے ایک مسئلہ ہے جو علماء و مشائخ میں مشہور ہے کہ نفع متعدی مطلقاً نفع لازمی سے افضل ہے (۵) مگر یہ مسئلہ ہی علی الاطلاق غلط ہے (۶) یعنی لوگوں نے اس کی حقیقت غلط سمجھی ہے دراصل نفع لازمی ہی افضل ہے۔ اور نفع متعدی میں فضیلت اس لئے ہے کہ اس میں نفع لازمی بھی ہے اور متعدی بھی دونوں کا مجموعہ مل کر نفع لازم مجرد سے افضل ہوگیا (۷) جیسے ایک چیستان (۸) ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ای سنة افضل من الواجب کہ وہ سنت کونسی ہے جو واجب سے افضل ہے اس کے جواب میں چند صورتیں بیان کی جاتی ہے منجملہ ان کے بدایت بالسلام ہے کہ ابتداء سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے مگر بدائت بالسلام افضل ہے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ واجب میں یعنی جواب سلام میں تو ایک ہی عبادت ہے۔ یعنی تطییب قلب مسلم (۹) (اور جواب فرض) اس لئے ہے کہ جواب نہ دینے میں

(۱) عبادات میں ایثار جائز نہیں (۲) صف اول کے ثواب کو ترک کرنا لازم نہیں آتا (۳) چھوٹے ثواب کو بڑے ثواب کے مقابلے میں ترک کرنا (۴) متقی کا اکرام صف اول کے ثواب سے زائد ہے (۵) وہ نفع جو دوسروں کو پہنچے اس نفع سے بہتر ہے جو خود کو حاصل ہو (۶) مطلقاً یہ حکم لگانا درست نہیں (۷) وہ کام جس کا فائدہ خود کو بھی پہنچے اور دوسروں کو بھی پہنچے اس کام سے بہتر ہے جس کا فائدہ صرف اپنی ذات کو ہو (۸) پہیلی (۹) مسلمان کے دل کو خوش ہونا۔

مسلمان کی دل شکنی ہے اور عداوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

سلام میں پہل کرنا

بدائت بالسلام میں دو عبادتیں ہیں تطییب قلب مسلم بھی اور تقدم فی الخیر بھی ہے (۱) اس مجموعہ کی وجہ سے وہ افضل ہوگیا دوسرے یہ کہ نفع متعدی کی فضیلت جو کچھ ہے وہ اعمال لازمہ ہی کی بدولت تو ہے کہ دوسرے لوگ اس کے کہنے سے عمل نیک کریں گے۔ اگر دوسرے کے لئے وہ نیک ہے تو کچھ فضیلت نہیں ہاں اگر وہ عمل اس کے لئے نیک ہو تو فضیلت ہے دوسرے نفع متعدی اسی وقت کامل نافع ہے (۲) جبکہ یہ خود بھی اس کے مقتضی پر عمل کرے۔ پس واعظ خود عامل ہوا تو وہاں دو امر مجتمع ہوئے ایک وعظ ایک نفع لازم اور اگر واعظ خود عامل نہ ہو تو اس کی فضیلت سامعین عاملین پر کسی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ حدیث میں ایسے واعظ پر وعید ہے حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتا ہوا گھومے گا اور اس کی بدبو سے جہنم والے تنگ آجائیں گے تو وہ کہیں گے ارے فلانے تیرا یہ کیا حال ہے تو ہم کو امر و نہی کیا کرتا تھا (۳) وہ کہے گا ہاں لیکن میں تم کو نیک کام کا امر کرتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو گناہوں سے منع کرتا تھا اور خود نہیں بچتا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ نفع لازم ہی اصل ہے ورنہ اگر کوئی شخص نماز کی ترغیب دیتا ہو اور خود نہ پڑھتا ہو اس کی فضیلت کافی نہیں بلکہ محل وعید ہے (۴) یوں خلاف قاعدہ مغفرت ہو جائے تو اور بات ہے باقی قانون نہیں ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ علماء ظاہر نے ایثار فی القرب کو منع کیا ہے مگر صوفیہ نے اس کو جائز کیا ہے اور انہوں نے اس کی حقیت

(۱) ابتداء سلام کرنے میں دو عبادتیں جمع ہیں ایک مسلمان کا دل خوش کرنا دوسرے بھلائی میں پہل کرنا اس لئے افضل ہے (۲) مکمل فائدہ مند اسی وقت ہے جبکہ خود بھی عمل کرے (۳) اچھائی کا حکم کرتا اور برائی سے روکتا تھا (۴) قابل ڈانٹ ڈپٹ ہے۔

سمجھی ہے کہ اس میں ترک قربت نہیں بلکہ ایک اعلیٰ قربت حاصل کرنے کے لئے ادنیٰ کو ترک کیا جاتا ہے (۱) مگر علماء ظاہر نے حقیقت تو سمجھی نہیں خواہ مخواہ صوفیہ پر اعتراض کرتے ہیں، بات یہ ہے کہ حضرات صوفیاء حقائق کو اہل ظاہر سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

مشائخ کاملین کا طرز تربیت

چنانچہ ایک حدیث میں ہے ان احدکم فی الصلوٰۃ ما انتظر الصلوٰۃ (۲) کہ جو شخص ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مصلیٰ پر بیٹھا رہے یا مسجد میں سویرے سے نماز کے لئے آجائے تو وہ جب تک بیٹھا رہے گا اس وقت تک اس کے نامہ اعمال میں نماز کا ثواب لکھا جائیگا۔ اب اگر کوئی شیخ اس کو دوسرے کام میں لگادے اور یہ کہے کہ تم نماز کے بعد بجائے مصلیٰ پر بیٹھنے کے گوشہ میں جا کر ذکر و شغل کیا کرو تو وہ محل ملامت نہیں گو اہل ظاہر اعتراض کریں گے کہ شیخ نے افضل کو چھڑا کر مفضول میں لگایا اور سنت کے خلاف عمل بتلایا مگر صوفیہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو عمل افضل کا ثواب تو جب ہی حاصل ہوگا جب اس کو انتظار صلوۃ بھی حاصل ہو اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو انتظار صلوٰۃ کی حقیقت حاصل نہیں بلکہ اس پر ایک جگہ بیٹھا رہنا گراں ہے اور یہ اس حالت میں یا تو دنیا کی باتیں کرتا ہے یا گندے وساوس میں مبتلا رہتا ہے تو اس کے لئے اس وقت انتظار صلوٰۃ افضل نہیں بلکہ اس کو پہلے انتظار صلوٰۃ کی حقیقت حاصل کرنا چاہیے۔ اسی طرح ایک شخص نماز کی کثرت کرتا ہے اس کو شیخ نے بجائے تکثیر صلوٰۃ کے تکثیر ذکر میں مشغول (۳) کردیا وہ بھی محل ملامت نہیں گو نماز سے افضل کوئی عبادت نہیں اس پر اگر کوئی عامی اعتراض

(۱) قرب کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے ادنیٰ درجہ کو ترک کیا ہے (۲) الصحیح للبخاری: ۴/۴۹ بلفظ آخر)

(۳) زیادہ نفلیں پڑھنے کے بجائے زیادہ ذکر و تسبیح کرنے کا حکم دیا۔

کرے، اور جو کامل پر اعتراض کرے وہ عامی ہی ہے۔ تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ جس کے لئے تکثیر ذکر شیخ نے تجویز کیا ہے وہ ابھی تکثیر صلوۃ کے قابل نہیں (۱) اور اگر پڑھے گا بھی تو اس کی نماز بدون یکسوئی کے (۲) کامل نہیں ہوتی اور یکسوئی تکثیر نوافل سے (۳) آج کل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ نماز میں متفرق افعال ہیں جن سے مبتدی کو تشتت (۴) ہوتا ہے اور ذکر میں ایک ہی چیز ہے اس میں مبتدی کو جلدی یکسوئی حاصل ہوجاتی ہے (۵) پھر بعد میں خود اس کے لئے بھی تکثیر نوافل ہی بجائے تکثیر ذکر، تجویز کیا جائیگا۔ (۶)

اس کے بارے میں ایک شعر ہے جس کا ایک مصرعہ یاد نہیں آتا

خلوت وچلہ برولازم نماند (۷)

پس صوفیہ تکثیر ذکر کی تعلیم کرکے اس شخص کو تکثیر صلوۃ کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ مگر تکثیر ذکر کچھ عرصہ تک کرکے خود اپنی رائے سے تکثیر نوافل نہ اختیار کرلینا بلکہ اس کو بھی شیخ سے پوچھو۔ گوتم کیسے ہی یکسوئی والے اور کیسے ہی صاحب نسبت ہوگئے ہو۔ کیونکہ جس کا باپ زندہ ہو اسے اپنے کو بیٹا ہی سمجھنا چاہیے گو وہ دوسروں کا باپ بھی ہوجائے۔ سعادت مند ہے وہ شخص جو داڑھی مونچھ والا ہوکر بھی عید کے دن باپ سے عیدی مانگتا ہے خصوصًا طریق باطن میں اس کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ اس طریق میں اگر کوئی شیخ سے مستغنی (۸) بن جائے تو اس کی عمر گھٹنا شروع نہیں ہوتی کہ وہ بجائے چالیس کے بیس سال کا ہوجائے بلکہ جتنی عمر ہوگی

(۱) جس کے لئے شیخ نے کثرت سے ذکر وتسبیح کرنے کا حکم دیا ہے وہ ابھی زیادہ نفلیں پڑھنے کے قابل نہیں (۲) بغیر توجہ کے (۳) زیادہ نفلیں پڑھنے سے توجہ حاصل نہیں ہوتی (۴) جس کی وجہ سے شروع میں آدمی کو پریشانی ہوتی ہے (۵) خاص توجہ حاصل ہوجاتی ہے (۶) زیادہ ذکر کے بجائے زیادہ نفلیں پڑھنا تجویز کریں گے (۷) اس کام کے لئے خلوت نشینی اور چلہ کشی ضروری نہیں ہے (۸) بے نیاز۔

وہ رہے گا اور طریق باطن میں جس دن مرید نے اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھنا شروع کیا اسی وقت سے گھٹنا شروع ہوجاتا ہے غرض تم کو اگر تکثیر ذکر بتلایا گیا ہو تو یکسوئی حاصل ہوجانے کے بعد خود تکثیر صلوٰۃ اپنے لئے تجویز نہ کرو بلکہ شیخ سے پوچھو مگر مسئلہ یہی ہے کہ انتہاء میں بجائے ذکر و شغل کے تکثیر نوافل و کثرت تلاوت ہی(۱) رہ جاتا ہے جبکہ یہ شخص کامل نماز کا اہل ہوجائے اور کمال نماز کا مدار جمعیت قلب پر ہے(۲) صوفیہ کرام اصل میں اسی کو دیکھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل	بہ تنہائی اندر صفائے نہ بینی
درت مال و زر ہست و زرع و تجارت	چو دل باخدا یست خلوت نشینی (۳)

صاحب جب دل میں تشتت ہے تو خلوت و اجتماع وقت کافی نہیں اور اگر ظاہر میں باغ اور کھیت میں لگا ہوا ہے مگر دل خدا سے لگا ہوا ہے تو یہ شخص ہر کام میں صاحب خلوت ہے۔

گر باہمہ چو بامنی بے ہمہ	ور بے ہمہ چو بے منی باہمہ (۴)

جمعیت قلب کے اہتمام کی ضرورت

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کو جمعیت قلب (۵) کا بڑا اہتمام تھا بعض لوگ حضرت سے بارہ تسبیح کی نشست (۶) دریافت کرتے کیونکہ اس میں ایک خاص نشست بزرگوں نے لکھی ہے مگر نسخہ کتابی اور ہے اور عملدر آمد اور ہے تو

(۱) آخر میں زیادہ نفلیں اور تلاوت ہی رہ جاتی ہے (۲) دل کی یکسوئی پر ہے (۳) جب ہر لحجہ تیری یاد کے بغیر گذرتا ہے تو خلوت نشینی میں بھی صفائی قلب حاصل نہیں ہوتی اگر مال وزر کمانے اور ذراعت وتجارت میں مشغول ہو لیکن دل خدا سے جڑا ہو تو وہی خلوت نشینی ہے (۴) اگر ہر قسم کے غم میں مبتلا ہے لیکن مجھ سے وابستہ ہے تو بے غم ہے اور اگر مجھ سے وابستہ نہیں تو غم ہی غم ہے (۵) دل کی یکسوئی (۶) بارہ تسبیح کسی انداز میں بیٹھ کر پڑھنی چاہئے کیونکہ بیٹھنے کا ایک خاص طریقہ منقول ہے۔

حضرت فرماتے کہ جس طرح یکسوئی حاصل ہو اسی طرح بیٹھ جایا کرو اور کوئی ذکر خفی و ذکر جہر کو (۱) پوچھتا تو فرماتے جس میں زیادہ جی لگے وہ اختیار کرو۔ صاحبو! آپ صوفیہ پر کیا اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ یکسوئی کی قید کہاں سے نکالی کبھی اپنے اطباء پر اعتراض نہ کیا کہ وہ مسہل (۲) میں صحبت نیک اور اچھی باتیں کرنے سے بھی منع کرتے ہیں اور دستوں کے تصور کو لازم کہتے ہیں (۳) جب دست بدون یکسوئی نہیں ہوتا تو پایعنی قدم مائل الی الطریق بدون یکسوئی (۴) کیسے حاصل ہوگا جیسے اطباء نے تجربہ کیا ہے کہ مسہل بدون یکسوئی کے مؤثر نہیں ہوتا ایسے ہی حضرات صوفیہ نے بھی تجربہ کیا ہے کہ اصلاح قلب بدون تمام علائق قطع (۵) کرنے کے نہیں ہوسکتی اور قطع تعلقات سے مراد تعلقات کی تقلیل (۶) ہے اور وہ بھی غیر ضروری تعلقات کی ضروری تعلقات کی تقلیل مراد نہیں۔ اور ضروری وہ ہے جس کے بغیر ضرر (۷) ہو خواہ دین میں یا دنیا میں یہ رحمت ہے حق تعالیٰ کی کہ ضروریات میں تقلیل نہیں کی گئی اور اس سے بڑھ کر رحمت یہ ہے کہ ضروریات کی تکثیر مضر بھی نہیں اس کو صوفیہ نے سمجھا ہے۔ اور مشاہدہ بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کنجڑا (۸) صبح سے شام تک لے لو امرود کی صدا لگاتا پھرے تو رائی برابر بھی ضرر نہ ہوگا نہ نور قلب میں کمی آئیگی کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور اگر ایک دفعہ بھی بے ضرورت کلام کیا تو سارا نور قلب برباد ہوجائیگا۔ چنانچہ ایک بزرگ اپنے دوست کے مکان پر گئے اور آواز دی تو اندر سے جواب آیا کہ ہیں نہیں اس پر ان بزرگ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ کہاں ہیں اور معلوم نہ ہوا پھر تیس برس تک اس پر روئے کہ میں نے یہ سوال کیوں کیا مولانا فرماتے ہیں۔

---

(۱) ذکر آہستہ کروں یا زور سے (۲) دستوں کی دواء کے استعمال کے دوران (۳) یہ تصور کرے کہ مجھے دست آرہا ہے جس کے لئے یہ مراقبہ کرے۔ بشکل سیل طے کرتا ہ (۴) طریق ہدایت پر بغیر یکسوئی کیسے چل سکتا ہے (۵) تمام تعلقات (۶) کمی (۷) نقصان (۸) پھل فروش۔

بردل سالک ہزاران غم بود　　گر زباغ دل خلالے کم بود

''سالک کے دل پر ہزاروں غم وارد ہوتے ہیں اگر ذرہ برابر بھی اس کی باطنی حالت میں کمی ہوتی ہے''

غیر ضروری تعلقات مضر ہیں

پس معلوم ہوا کہ غیر ضروری تعلقات مضر(۱) ہیں ضروری تعلقات مضر نہیں رہا یہ کہ پھر یوں کیوں کہا جاتا ہے کہ تمام علائق کو قطع کرو(۲) اس کا جواب یہ ہے کہ غیر ضروری میں تقلیل سے مجموعہ میں تقلیل ہو جاتی ہے(۳) تو گویا تمام ہی تعلقات میں تقلیل ہوگئی اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ قطع اور ترک تعلقات سے مراد تقلیل ہے حقیقی قطع مراد نہیں(۴) اب میں مقصود کو بیان کرتا ہوں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اس طریق میں بڑی دولت یکسوئی ہے۔ اور یکسوئی بدون تقلیل تعلقات کے حاصل نہیں ہوتی بلکہ تکثیر تعلقات(۵) سے یکسوئی برباد ہو جاتی ہے تو اب جو لوگ غلبہ شفقت کی وجہ سے مخلوق کے ہر کام میں گھس جاتے ہیں اور اپنی یکسوئی اور جمعیت قلب کو برباد کرتے ہیں۔ وہ مریض ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے اور یہ تو وہ لوگ ہیں جو غلبہ شفقت کی وجہ سے دوسروں کے کاموں میں گھستے ہیں مگر ایسے بہت کم ہیں زیادہ حالت تو یہ ہے کہ بعض لوگ تعلقات غیر ضروریہ کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ ان کو اس میں حظ آتا ہے(۶) ان کا جی چاہتا ہے کہ یہ کام بھی کر لیں وہ بھی کر لیں اگر اس کا نام ایثار و خدمت خلق رکھ لیا ہے تو ان کے نفس نے یہ عنوان تجویز کر کے اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈھ لیا ہے۔

---

(۱) نقصان دہ (۲) تمام تعلقات میں کمی کرو (۳) غیر ضروری تعلقات کم کرنے سے تعلقات میں خود کمی ہو جاتی ہے (۴) تعلق ختم کرنے سے مقصود تعلقات میں کمی کرنا ہے (۵) تعلقات کی زیادتی سے (۶) مزہ آتا ہے۔

اتباع سنت کی حقیقت

میں نے پہلے بھی ایک بیان میں کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ بعض لوگ عمل تو اختیار کرتے ہیں اپنی ہوائے نفس (۱) سے پھر اس کی تائید میں کوئی حدیث یا قرآن کی آیت تلاش کر لیتے ہیں سو اس کا نام اتباع سنت نہیں۔ بلکہ اتباع سنت اس کا نام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل غالب کا اتباع کیا جائے پھر عمل غالب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وقوعاً کثیر ہو دوسرے وہ جو مقصوداً کثیر ہو گو عملاً قلیل ہو (۲) جیسے تراویح کی نماز کہ گو عملاً سوائے چند راتوں کے حضور ﷺ کا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا ثابت نہیں مگر احادیث کے اندر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے عذر کی وجہ سے اس پر مواظبت نہیں فرمائی لیکن مواظبت آپ کو مطلوب ضرور تھی چنانچہ صحابہ نے آپ کے مطلب کو سمجھا اور بعد میں سب نے اس پر مواظبت (۳) کی۔ اور اس بات کو فقیہ سمجھ سکتا ہے کہ کہاں وقوعاً عمل غالب ہے اور کہاں مقصوداً اور صوفیہ بھی فقیہ ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صوفیہ ہی فقیہ ہیں بشرطیکہ علوم باطنہ کے ساتھ علوم ظاہرہ کے بھی جامع ہوں۔ مگر آج کل عام طور سے علماء مشائخ نے یہ طرز اختیار کیا ہے کہ عمل تو اختیار کرتے ہیں اپنی طبیعت کے تقاضے سے اور نفس کی خواہش سے پھر اپنے فعل کے استحسان کے لئے کوئی حدیث کتابوں میں سے تلاش کر کے یاد کر لیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زسنت نہ بینی در ایشان اثر مگر خواب پیشیں ونان سحر

''سوائے قیلولہ اور سحر کی روٹیوں کے ان میں کوئی سنت کا اثر نہ پائے''

کہ یہ لوگ سحری تو کھاتے ہیں جی چاہنے کی وجہ سے اور فضیلت سحور کی حدیث (۴) یاد کر کے اس کو بہانہ بنالیا ہے۔ اس اتباع سنت کی ایسی مثال ہے جیسے

(۱) نفسانی خواہش سے (۲) عمل اگرچہ تھوڑا ہو لیکن مقصود زیادہ ہو (۳) ہمیشہ پڑھی (۴) سحری کھانے کی فضیلت والی احادیث یاد کر کے۔

مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس نے کسی عورت سے زنا کیا اور اس کو حمل رہ گیا تو کسی نے ملامت کے طور پر کہا کہ کم بخت تو نے عزل (۱) ہی کرلیا ہوتا جو یہ بدنامی تو نہ ہوتی کہا ہاں خیال تو ہوا تھا کہ عزل کرلوں مگر میں نے فقہاء سے سنا تھا کہ عزل کرنا مکروہ ہے اسلئے نہ کیا۔ کوئی اس سے پوچھے کہ کیا فقہاء نے زنا کو تیرے واسطے جائز کردیا تھا؟ حرام کا ارتکاب اور مکروہ سے اجتناب یہ تو وہی مثل ہوئی گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز۔

منتہی کو بھی یکسوئی کی ضرورت ہے

غرض تعلقات ضروریہ کی تقلیل لازم ہے (۲) بدون اس کے اس طریق میں نفع نہیں ہوتا مبتدی کو تو اس کی ضرورت ہے ہی منتہی کو بھی ضرورت ہے، کہ اس کا کوئی وقت خلوت و یکسوئی (۳) کا ضرور ہو اور دل تعلقات سے خالی ہو۔ مگر بعض لوگ تعلقات غیر ضروریہ کو خواہ وہ اپنے ہوں یا دوسروں کے اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ اس میں ان کو حظ نفس (۴) ہے خود اس میں مزا آتا ہے مگر ایثار و خدمت خلق کا بہانہ ڈھونڈ لیا ہے کہ اس میں دوسروں کو نفع پہنچانا ہی ایثار ہے اور خدمت خلق ہے وغیرہ غیرہ اور اس کے متعلق کچھ واقعات نبویہ اور کچھ واقعات صحابہ اور واقعات اولیاء بھی یاد کرلئے ہیں اور دل میں خوش ہیں کہ ہم بھی اتباع سنت و اتباع سلف کررہے ہیں۔

حظ نفس میں بجائے ثواب کے گناہ

مگر اس کو مبصر شیخ ہی ادراک کرتا ہے (۵) کہ تمہارے اس فعل کا منشاء کیا

(۱) انزال باہر ہی کردیتا (۲) تعلقات میں کمی کرنا لازمی ہے (۳) تنہائی اور یکسوئی (۴) دل خوش ہوتا ہے (۵) صاحب بصیرت شیخ ہی اس کو معلوم کرسکتا ہے۔

ہے وہ تمہاری صورت سے پہچان لیتا ہے کہ تم جلسوں میں اس لئے شریک ہوتے ہو کہ حظ نفس ہے وعظ اس لئے کہتے ہو کہ اس سے دل خوش ہوتا ہے تمہارا دل تعلقات ماسوی(۱) اللہ میں پھنسا ہوا ہے۔ یکسوئی سے کورا ہے(۲)۔ خدا کے ساتھ تعلق بہت کم ہے اسی لئے ایسے شخص کو نماز پڑھنے میں حظ نہیں(۳) آتا ہاں وعظ جتنا چاہو کہہ لو اس میں بہت حظ آتا ہے جلسوں میں جتنا چاہو بلا لو فوراً تیار ہو جائیں گے اور اس کے متعلق کچھ احادیث یاد کر کے اپنے جی میں خوش ہیں اور وعظ کہتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سامنے سب جاہل ہیں اور دل دل میں کہہ رہے ہیں کہ آج بڑا اچھا بیان ہوا یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے مولانا فرماتے ہیں:

منصب تعلیم نوع شہو تیست　　　ہر خیالے شہوتے دررہ تبے است

”منصب تعلیم تیری ایک قسم کی شہوت ہے ہر خیال تیری اس راہ میں شہوت ہے“

پھر بعض دفعہ یہ لوگوں کو اپنی تعظیم سے بھی منع کرتے ہیں مگر اس میں بھی نفس کا ایک کید ہوتا ہے(۴) جس کا کبھی مجھے اپنے اوپر بھی شبہ ہو جاتا ہے مگر میں اپنے کو متہم نہیں کرتا صرف شبہ ہی ہوتا ہے کہ یہ انکار عن الخدمت(۵) آیا اس لئے ہے کہ اپنے کو نا قابل خدمت سمجھتے ہیں یا اس لئے ہے کہ دوسرے کو اتنا حقیر سمجھا جاتا ہے کہ اس کو اپنی خدمت کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور جس کام میں حظ نفس ہو وہ اخلاص سے خالی ہے اور بجائے ثواب کے اس میں گناہ کا اندیشہ ہے۔

حظ نفس کا علاج

بزرگوں نے اس حظ نفس کا معالجہ مجاہدات سے کیا ہے۔ چنانچہ ایک

(۱) غیر اللہ (۲) خالی ہے (۳) مزہ نہیں آتا (۴) نفس کی ایک چال ہوتی ہے (۵) دوسرے سے خدمت لینے سے انکار۔

بزرگ کسی شہر میں وارد ہوئے (۱) اور وہاں ان کی بہت تعظیم ہوئی تو دیکھا کہ نفس میں کچھ عجب قسم کے آثار نظر آنے لگے ہیں انہوں نے اس کا یوں علاج کیا کہ ایک روز ناشناسا حمام (۲) میں گئے اور ایک شہزادے کا قبا چرالیا اور چراکر وہیں ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ کیونکہ سرقہ کا تو قصد (۳) تھا ہی نہیں بلکہ نفس کی بڑائی توڑنے کا قصد تھا۔ جب شہزادے نے قبا کو غائب پایا تلاش کرنے کا حکم دیا ان بزرگ کے پاس سے ملا تو ان کی خوب درگت ہوئی (۴)۔ اسی طرح مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری نے ایک بار وعظ فرمایا، وعظ کے بعد یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ ہاتھ چومیں گے تو آپ نے فوراً ہی ایک ساتھی سے کہا کہ بھائی اس وقت فلانی جگہ مجرا ہے (۵) آؤ وہاں چلیں سب لوگ یہ کلمہ سن کر لاحول پڑھتے ہوئے چل دیئے۔ کسی نے ان کے ہاتھ نہیں چومے۔ مگر آپ بزرگوں کے ان افعال کی تقلید نہ کرنے لگیں کیونکہ تمہارے اس فعل میں بھی حظ نفس ہوگا۔

تو صاحب غرضی اے غافل میاں خاک و خوں میخور
کہ صاحب دل اگر زہری خورد آں انگبیں باشد (۶)

مولانا فرماتے ہیں:

لقمہ ونکتہ است کامل را حلال — تو نہ کامل مخوری باش لال (۷)

مبتدی کو وعظ نہیں کہنا چاہیے

اسی لئے مشائخ نے مبتدی کو وعظ کہنے سے منع کیا ہے کیونکہ وہ حظ نفس کے لئے وعظ کہے گا اس کا نفس پابندی معمولات اور تنہائی سے بھاگتا ہے (۸) مجمع

(۱) شہر میں آئے (۲) ایسے حمام میں نہانے گئے جہاں لوگ ان کو جانتے نہیں تھے (۳) چوری کا ارادہ تو تھا نہیں (۴) پٹائی ہوئی (۵) گانے کی مجلس (۶) اے انسان تو ضرور مند ہے کسی چیز کو غفلت سے نہ کھا اور ان بزرگوں کی نقل نہ کر اس لئے کہ وہ صاحب دل میں اگر زہر بھی کھائیں گے تو شہد بن کر ان جسم کو لگے گا (۷) نوالے کھانا اور باتیں بنانا کامل کے لئے حلال ہے تو کامل نہیں اس لئے نہ نوالے کھا اور نا ہی باتیں بنا (۸) اس کا نفس ابھی ابتدائی درجہ میں ہے اس لئے معمولات اختیار کرنے اور گوشہ نشینی سے بھاگتا ہے۔

میں باتیں بنانے کو دل چاہتا ہے۔ اس لئے وعظ میں اس کو مزہ آتا ہے دوسرے ایک وجہ میرے نزدیک اور بھی ہے وہ یہ کہ ابتداء میں احوال کا طریان زیادہ ہوتا ہے (۱) اس وقت اگر یہ شخص وعظ کہے گا تو اپنے حالات ہی کا بیان کرے گا کیونکہ ایسا ضبط مبتدی کو کہاں کہ دل پر آرہ چلے اور زبان پر نہ آئے یہ ظرف کاملین کو عطا ہوتا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق ردودلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا نرداند کہ دریا ہا فرو برندو آروغ نزنند (منصور بچہ تھا کہ ایک قطرہ پی کر اچھل پڑا یہاں ایسے مرد ہیں کہ دریا نگل گئے اور ڈکار تک نہ لی)

پھر جب وہ احوال بیان کرتا ہے تو سامعین پر اس کا اثر ہوتا ہے کیونکہ احوال صادقہ (۲) ہیں گو کمزور ہیں پھر عوام اس کے معتقد ہوتے ہیں اور اعتقاد عوام میں مبتدی کی ہلاکت (۳) ہے۔ غرض اس طریق میں بعض امور ایسے ہیں جن کو مبتدی نہیں سمجھ سکتا بلکہ منتہی سمجھتا ہے (۴) مبتدی جس بات کو ایثار اور خدمت خلق سمجھتا ہے مبصر شیخ اس کو حظ نفس اور حب شہرت سمجھتا ہے (۵) اور بعض امور ایسے دقیق ہو گئے ہیں جن میں کامل بھی متردد ہو جاتا ہے اور بعض امور میں اس کو چھوٹوں سے مشورہ کرنا پڑتا ہے گو وہ اس کے اشکال کو رفع نہ کرسکیں مگر مشورہ میں خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں یداللّٰہ علی الجماعۃ وماخاب من استخار وماندم من استشار اوکمال قال صلی اللہ علیہ وسلم (۶) حق تعالیٰ مشورہ کے وقت

---

(۱) احوال زیادہ پیش آتے ہیں (۲) سچے حالات ہیں (۳) جو ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہو اس کے لئے اس قسم کا اعتقاد ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے (۴) بلکہ آخری منازل طے کرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں (۵) شیخ کامل اس کو نفس کی خواہش اور شہرت کی طلب سمجھتا ہے (۶) اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ شامل حال ہوتی ہے جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوا اور جس نے مشورہ کرلیا وہ شرمندہ نہیں ہوا (المستدرک للحاکم ۱:۱۱۵، کنز العمال: ۱۰۳۱۔

چھوٹوں کے منہ سے بلافہم(۱) کے ایسی بات نکلوا دیتے ہیں جس سے کامل اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔ گویا اس کا حق وہاں ودیعت(۲) ہے جس کو وہ اضطراراً(۳) ادا کردیتے ہیں گو ان کو خبر بھی نہ ہو۔ بہرحال آج کل یہ مرض بہت عام ہے کہ دوسروں کے کاموں میں اور فضول قصوں میں پڑ جاتے اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں۔ میں اس کو مطلقاً مذموم(۴) نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ وہ ان تعلقات میں شرکت کرتے ہوئے یہ دیکھیں کہ ان کے دین پر تو اس کا اثر نہیں ہوتا اگر ذرہ برابر بھی ضرر نہ ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر ضرر ہو تو ہرگز ان میں شرکت نہ کریں بلکہ اپنے کام میں لگیں اور خدمت خلق کو الگ کریں اور نفع و ضرر تشخیص میں اپنی رائے سے کام نہ لیں۔ بلکہ شیخ محقق سے دریافت کریں۔ اور محض قواعد کلیہ دریافت کرنا کافی نہیں کیونکہ قواعد کلیہ تو میں نے اسی وقت بیان کردیئے مگر اس کے بعد بھی میں شیخ سے دریافت کرنے کی ضرورت بتلا رہا ہوں۔ پس مطلب یہ ہے کہ اپنی حالت کی تفصیل اور کچا چٹھا لکھ کر احکام جزئیہ معلوم کریں۔

طریق باطن میں یکسوئی کی ضرورت

ہمارے ایک دوست ہیں ان کو اس کا بہت شوق ہے کہ ہر کام میں حصہ لیں ہر جلسہ میں شرکت کریں اور اس کے ساتھ ہی ان کو طریق باطن میں مشغول ہونے کا بھی بہت شوق ہے میں نے ان سے صاف کہہ دیا ہے تم کو یہ طریق حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس میں یکسوئی کی ضرورت ہے اور تم کو ان تعلقات کے ساتھ یکسوئی حاصل نہیں ہوسکتی کہنے لگے کہ میں یہ صورت اختیار کروں گا کہ ہر تین چار مہینے کے

(۱) بغیر سمجھے بھی (۲) رکھا ہوا ہے (۳) بلا اختیار (۴) برا۔

بعد پندرہ بیس دن یہاں (خانقاہ میں) قیام کرلیا کرونگا یہ ایام یکسوئی سے گزریں گے میں نے کہا کہ اس سے بھی یکسوئی حاصل نہ ہوگی کیونکہ ان ایام میں یہ عزم تو ہوگا کہ بیس دن کے بعد پھر قومی خدمات میں مشغول ہوں گا اور عزم تعلق مع الغیر بھی اس طریق میں مضر ہے۔(۱)

طریق باطن میں اخلاص کی ضرورت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ایک حکایت سنی ہے کہ ایک بزرگ نے ایک مرید کو ذکروشغل تعلیم فرمایا وہ کام کرتا رہا مگر طریق مفتوح نہ ہوا(۲) اس نے شیخ سے کئی دفعہ اس کی شکایت کی شیخ نے بہت تدبیریں بتلائیں مگر اس کو نفع نہ ہوا چونکہ شیخ مبصر تھا(۳) سمجھ گیا کہ اس کی نیت میں فتور ہے۔(۴) پوچھا میاں یہ تو بتلاؤ کہ تمہاری نیت ذکروشغل میں کیا ہے۔ کہا حضور یہ نیت ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اصلاح فرمادیں تو پھر میں دوسروں کی اصلاح کرونگا فرمایا توبہ کرو شرک ہی ہے ابھی سے بڑا بننے کی فکر ہے اس خیال کو دل سے نکالو بس مرید کا اس خیال سے توبہ کرنا تھا کہ طریق مفتوح ہوگیا۔

اس پر وہ دوست کہنے لگے کہ پھر میں کیا کروں اب تو ان کاموں سے چھٹکارا مشکل ہے۔ میں بری طرح پھنس گیا ہوں۔ میں نے کہا طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق۔(۵) کہ اصل مقصود تو رضائے حق ہے اور اسی کا حصول طریق صوفیہ ہی میں منحصر نہیں(۶) اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ذوقیات

---

(۱) غیر سے تعلق رکھنے کا پختہ ارادہ بھی اس راہ میں چلنے والے کے لئے نقصان دہ ہے (۲) طریق نہ کھلا (۳) بنیا تھا (۴) نیت خراب ہے (۵) اللہ تک پہنچنے کے راستے اس کی مخلوقات کے بقدر موجود ہیں (۶) طریق صوفیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں۔

و کیفیات ونسبت ذوقیہ کی طلب نہ کرو(۱) صرف مقصود کو مضبوطی سے پکڑے رہو کہ کوئی کام خلاف شریعت وخلاف سنت صادر نہ ہو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ ظاہر میں تو میں نے ان کو سہل طریقہ بتلا دیا مگر حقیقت میں یہ آج کل بہت دشوار ہے۔ محال تو نہیں مگر ایسا ہے جیسے بدون باپ کے بیٹا ہو جانا۔ کیونکہ تعلقات غیر میں پھنس کر کوئی کام خلاف شریعت نہ ہو قدم ذرا آگے نہ بڑھے بہت مشکل ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات ایک سے نہ تھے

ہر شخص میں وہ قوت کہاں جو حضرت صدیق اکبر وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں تھی کہ ہفت اقلیم(۲) کا انتظام ہاتھ میں ہے اور اپنے کام سے بھی ذرہ برابر غافل نہیں قدم قدم پر دین ملحوظ ہے اور ہر ساعت میں قلب کی حالت پر نظر ہے۔ اور تو اور صحابہ میں بھی سب میں یہ قوت نہ تھی آخر کچھ تو وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات شیخین کے لئے تو خلاف تجویز فرمائی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لئے ان قصوں سے علیحدگی تجویز فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے۔ یا ابا ذرانی اراك ضعیفا وانی احب لنفسك ما احب لنفسی لا تقضین بین اثنین ولا تلین مال یتیم (۳) (او کما قال) کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ میں تم کو کمزور دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہ بات پسند کرتا ہوں جو اپنے واسطے پسند کرتا ہوں دیکھو دو آدمیوں کے درمیان کبھی حکم یا ثالث بن کر فیصلہ نہ کرنا اور نہ یتیم کے مال کے متولی بننا (یعنی اگر میں بھی تم جیسا ضعیف ہوتا تو اپنے لئے اس حالت میں یہی تجویز کرتا یا یہ کہ مجھے طبعاً تو علیحدگی اور یکسوئی ہی محبوب ہے، مگر ضرورت کی وجہ سے تعلقات میں مشغول ہوں

(۱) شوق وذوق کے طالب نہ بنو (۲) ساتوں براعظموں کا انتظام کر رہے ہیں (۳) الصحیح لمسلم الامارہ ۱۷ السنن ابی داؤد: ۲۸۶۸۔

اور خدا نے مجھے قوت بھی دی ہے۔ عصمت سے (۱) بھی ممتاز فرمایا ہے اس لئے ان تعلقات کو گوارا کرتا ہوں) غرض صحابہ میں بھی سب یکساں نہ تھے بلکہ کوئی تعلقات کا متحمل تھا کوئی متحمل نہ تھا۔

تمام انبیاء علیہم السلام کامل ہیں

مگر اس تفصیل کو انبیاء میں جاری نہ کرنا انبیاءؑ سب کامل ہیں، ان میں ضعیف کوئی نہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ بعد میں محمدی بن کر بادشاہت کرینگے (یعنی زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لیں گے اور شریعت کی اصطلاح میں خلافت سے مراد سلطنت ہی ہے جبکہ شریعت کے اصول وقواعد کے موافق ہو اور اس سے مقصود بھی دین کی ترویج ہو (اور پہلے جو حضرت عیسیٰ نے بادشاہت نہیں کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپ کو اس سے دلچسپی نہ تھی دوسرے ضرورت بھی داعی نہ تھی۔ کیونکہ آپ پر ایمان لانے والی مختصر جماعت حوارین کی تھی اور حوارین کی تبلیغ سے دیگر ممالک میں آپ کا مذہب بعد میں رائج ہوا آپ کے سامنے ایمان لانے والوں کی جماعت نہ تھی جن کے لئے مستقل سلطنت قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ورنہ قابلیت واہلیت واستعداد آپ میں اس وقت بھی موجود تھی اور اب بھی موجود ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کسی قوت میں ناقص نہیں ہوتے (پس جس شخص نے یہ کہا ہے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام میں سیاست وسلطنت کی استعداد نہ تھی اس نے سخت گستاخی کی ہے) غرض سب کے سب ایک شان کے نہیں ہوتے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو منصب قضاء وولایت سے منع نہ فرماتے۔ (۲)

---

(۱) گناہوں سے محفوظ بھی رکھا ہے (۲) قاضی اور حکم بننے سے منع نہ کرتے۔

شیخ و مرید میں مناسبت شرط ہے

ایک سیاسی اکھاڑے والے مولوی یہاں تشریف لائے اور اپنے ساتھ دو پہلوانوں کو بھی لائے وہ ان دونوں کو میرے سر چپکانا چاہتے تھے کہ تو ان کو بیعت کرلے میں نے ان کے سر چپکا دیا۔ وہ اپنے کو نا قابل کہتے تھے میں اپنے کو نا اہل بتلاتا تھا کچھ دیر تو تواضع میں نزاع ہوتا رہا پھر میں نے کہا کہ آپ بھی غلطی کرتے ہیں کہ سب کمالات کی نفی کرتے ہیں اور میں بھی غلطی پر ہوں کہ اپنے سے اہلیت کی مطلقاً نفی کررہا ہوں کہ اس میں ناشکری ہے۔ بات یہ ہے کہ جتنی اہلیت کی ان صاحبوں کی خدمت کے لئے ضرورت ہے وہ آپ میں بھی ہے اور مجھ میں بھی ہے مگر اس میں ضرورت اس کی ہے کہ مرید و شیخ میں مناسبت ہو اس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ آجکل بہت مشائخ اس کی پروانہیں کرتے مگر بعد میں اس کا وہ حشر ہوتا ہے جو ایک دفعہ دیوبند میں کتابوں کا حشر ہوا۔ قصہ یہ ہوا کہ دیوبند میں علوم فلسفیہ و ریاضت کے لئے مولانا سید احمد صاحب دہلوی منتخب تھے۔ اور علوم حدیث و تفسیر کے لئے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور تھے ایک سال مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ان خرافات کے لئے میں رہ گیا میرے پاس حدیث و قرآن کبھی نہیں آتا میں شمس بازغہ نہ پڑھاؤں گا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ لاؤ شمس بازغہ ہمارے یہاں بھیج دو ترمذی تم لے لو اب انجام یہ ہوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے یہاں شمس بازغہ کی بڑی درگت ہوئی بس عبارت کا ترجمہ ہوا اور مولانا نے اس کا ورد شروع کیا کہ غلط بکتا ہے جھک مارتا ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے۔ کتاب کا حل تو کچھ نہ ہوتا اس کی تردید خوب ہوتی ادھر ترمذی کی مولانا سید احمد صاحب کے یہاں یہ گت ہوئی کہ تمام شروح

ولغات واسماء الرجال فرماتے تھے(۱) جس سے طلبہ کو تنگی ہوتی تھی۔(۲) غرض دونوں کی جماعت بددل تھی بالآخر مولانا سید احمد صاحب نے خود ہی ترمذی مولانا کے یہاں بھیج دی اور شمس بازغہ(۳) خود لے لیا تو طلبہ خوش ہوئے یہی حال اس مرید کا ہوتا ہے جس کو شیخ سے مناسبت نہ ہو پہلے مشائخ کو اس بات کا بہت اہتمام تھا بعض تو شروع ہی سے کہہ دیتے تھے کہ ہمارے یہاں تمہارا حصہ نہیں فلاں بزرگ کے پاس جاؤ (یہ اہل کشف تھے) اور بعض حضرات بعد میں تجربہ کر کے فرمادیتے تھے کہ ہم تم کو فلاں بزرگ کے یہاں بھیجے دیتے ہیں تم کو ان سے فیض جلدی ہوگا۔

مرید کے لئے ترک تعلقات کی اہمیت

نہ معلوم آج کل مشائخ نے یہ طرز کہاں سے دیکھا ہے کہ سب کو اپنے ہی سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں تو میں نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ آپ ان کو میرے حوالے کر کے ان کا راہ کیوں مارتے ہیں ان کو آپ سے زیادہ نسبت ہے آپ ہی ان کو بیعت کرلیں اور اس کی میرے پاس ایک دلیل ہے وہ یہ کہ یہ حضرات بھی خادم قوم ہیں اور آپ بھی خدمت قومی میں لگے ہوئے ہیں اور میں اس خدمت سے محروم ہوں اس لئے بجائے خادم قوم ہونے کے نادم قوم ہوں نیز میرے یہاں ترک تعلقات کی ضرورت ہے بلکہ تعلقات کو آگ لگادینے کی ضرورت ہے اور یہ ان صاحبوں سے نہ ہوسکے گا۔ اس دلیل کو سن کر ایک صاحب تو خاموش رہے۔ جو انگریزی کے عالم تھے کیونکہ یہ انگریزی کے علماء عربی کے علماء کے سامنے چل نہیں سکتے وہ ان کے سامنے بالکل عوام ہیں بلکہ کالعدم ہیں مولوی خواہ مخواہ ان سے ڈرتے ہیں تم کو اپنی قوت کا اندازہ نہیں تم تو حقیقت میں شیر ہو مگر ایک اڑنگے کی

(۱) ہر لغت کی شرح کرتے اور کتاب میں مذکور اسماء ہر خوب کلام فرماتے (۲) طلباء کو پریشانی ہوتی تھی (۳) کتاب کا نام ہے۔

ضرورت ہے پھر انگریزی کے علماء ذرا سی دیر میں چاروں شانے چت ہیں (بات یہ ہے کہ اہل علم انگریزی دانوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے علم سے کام نہیں لیتے بلکہ ان کو عامی سمجھ کر عامیانہ گفتگو کرتے ہیں اس لئے وہ ان کے سر چڑھتے ہیں اور اگر علمی گفتگو کریں تو پھر وہ بول نہیں سکتے کیونکہ آدمی اسی بات میں بول سکتا ہے جس کے سب پہلو اس کے سامنے ہوں اور ان کا ایک پہلو بھی ان کے سامنے نہیں۔ دوسرے صاحب عربی کے مولوی تھے وہ کچھ بولے میری تقریر سن کر کہنے لگے کہ حضرت ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ہم کچھ دن آپ کی خدمت میں رہیں اور اس عرصہ میں خدمت قوم کو ترک کردیں گے۔ پھر یہاں سے فارغ ہوکر دوسرے مولانا کی طرح خدمت قوم میں مشغول ہوجائیں گے۔ میں نے کہا کہ جب تک آپ یہاں رہیں گے اس وقت ظاہر میں تو آپ خدمت قوم ترک کردیں گے۔ مگر عزم تو یہ رہے گا کہ یہاں سے فارغ ہوکر خدمت قوم میں مشغول ہوں گے سو میرے طریق میں یہ عزم بھی مضر ہے(۱) اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تعلقات کو آگ لگانے کی ضرورت ہے۔ دل سے حال و مستقبل سب کے متعلق پوری یکسوئی ہو اور اپنے کو اس طرح سپرد کردیجئے کہ بعد میں جو کچھ چاہوں تجویز کروں خواہ خدمت یا ترک خدمت آپ کو تجویز کا کوئی حق نہ ہوگا اس کے بعد وہ بھی خاموش تھے۔ (کیونکہ علماء باطن کے سامنے عربی کے علماء ظاہر بھی نہیں چل سکتے) غرض آجکل یہ بڑی غلطی ہے کہ لوگ سب کو ایک ہی اکھاڑے میں اتارنا چاہتے ہیں حالانکہ سب کا ایک کام نہیں ہے۔ فقہاء نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ جہاد کے وقت اس فقیہہ کو شرکت جہاد جائز نہیں جس کی بستی میں اس کے سوا کوئی دین کا راستہ بتلانے والا نہیں ہے۔ اس سے

(۱) نقصان دہ ہے۔

صاف معلوم ہوا کہ شریعت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ سب ایک ہی کام کو لپٹ جائیں۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو مختلف امور پر مامور فرمایا

ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی سب کو ایک کام میں نہ لگاتے تھے بلکہ بعض کو تو درس و تدریس میں مشغول رہنے کا امر فرمایا (جیسے مولانا گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ) بعض کے لئے وعظ و تسبیح کو پسند کیا (جیسے کانپوری کو فرمایا کہ سب مشاغل درس و تدریس ترک کر کے یہاں آ جاؤ۔ اسی طرح حضرت نے اپنے خلفاء میں ہر کام کے لئے ایک ایک کو مقرر فرمایا تھا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ جس کو تعویذ گنڈے لینے ہوں وہ حاجی عابد حسین صاحب کے پاس جائے اور جس کو پڑھنا لکھنا ہو وہ مولوی قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی یعقوب صاحب کے پاس جائے اور جس کو فتوی لینا ہو وہ گنگوہ مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائے اور جس کو نامراد بننا ہو وہ میرے پاس آئے۔ مجمع میں تو شاید کسی نے بھی اس کا مطلب نہ سمجھا ہوگا۔ جب مجمع منتشر ہوگیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں سمجھے بھی نامرادی سے کیا مطلب ہے نامرادی سے مراد عشق ہے۔ کیونکہ عاشق ہر وقت نامراد ہے (کیونکہ اس کی طلب کم نہیں ہوتی وہ ہر درجہ پر پہنچ کر اس سے آگے کا طالب ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے) مگر جنت میں پہنچ کر البتہ مراد حاصل ہو جائیگی اور اس میں جو بعض صوفیاء نے کہہ دیا ہے کہ جنت میں بھی طلب ختم نہ ہوگی ان کو دھوکہ ہوا ہے کشف میں بھی غلطی ہوئی ہے (معلوم ہوتا ہے کہ دخول جنت سے پہلے کی حالت

منکشف ہوئی اور خلط واشتباہ کی (۱) وجہ سے اس کو حالت بعد الدخول سمجھ لیا گیا) ورنہ یہ نص صریح کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُنِ﴾ ''اورانہوں نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمارا حزن دور کر دیا بلاشبہ ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا قدردان ہے''

اگر دخول جنت کے بعد بھی مراد حاصل نہ ہوئی تو حزن (۲) باقی رہے گا۔ یہ تو مسئلہ مقصودہ کا بیان تھا۔

ہدایت غیر کا حد سے زیادہ اہتمام مطلوب نہیں

اب میں اس کو حدیث سے مستنبط کرتا ہوں وجہ استنباط اس حدیث سے یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنا چاہیں تو مجھے ایسی حالت میں اٹھالیجئے کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں بلکہ اس سے بچا رہوں آپ نے یہ دعا نہیں فرمائی کہ مجھے اس فتنہ کے رفع کرنے کی ہمت دیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت غیر کا حد سے زیادہ اہتمام مطلوب نہیں ہے (۳) بلکہ اپنا بچاؤ مقدم ہے (۴) اپنے بچنے کا سامان کرنا چاہیے کیونکہ بعض فتنے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا دفع کرنا قدرت سے باہر ہوتا ہے اس وقت طلب مدافعت مناسب (۵) نہیں بلکہ اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ رہا یہ کہ اس حدیث سے یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ مراد ایسا فتنہ ہے جس کا دفع قدرت سے باہر ہو حدیث میں اس قید پر کیا قرینہ ہے سو قرینہ اس کا اذا اردت بقوم فتنة ہے۔ کہ جب آپ کسی قوم کو فتنہ

(۱) جنت میں داخلہ سے پہلے کی حالت منکشف ہوئی اور اس کو داخل کرنے کے بعد کی حالت سمجھ لیا گیا اس لئے شبہ پڑ گیا (۲) غم (۳) دوسرے کو راہ ہدایت پر لانے کا حد سے زیادہ اہتمام کرنا مطلوب نہیں (۴) بلکہ اپنا دفاع ضروری ہے (۵) فتنہ دفع کرنے کی قوت طلب کرنا مناسب نہیں۔

میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر چکیں اور ظاہر ہے کہ ارادہ کا تخلف محال ہے(۱) تو اس فتنہ کا رفع بھی محال ہے اس لئے ایسے وقت کے متعلق حضور ﷺ نے یہ دعا کی کہ مجھے ہی اس سے پہلے اٹھا لیجئے اور مجھے ہی فتنہ سے بچا لیجئے پھر یہ بات معلوم کرنا کہ فتنہ کا رفع دفع کرنا قدرت سے باہر ہے یا نہیں۔ یا تو دلیل قطعی سے معلوم ہوگا۔ جیسا کہ حضرات انبیاءؑ کو وحی سے معلوم ہو جاتا ہے یا دلیل ظنی سے اس طرح معلوم ہو کہ اس کے ظن غالب میں اس کا رفع قدرت سے باہر ہو جیسا کہ آج کل فتن کی حالت ہے کہ فتنوں کی گھٹائیں آ رہی ہیں ایک فتنہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا فتنہ نکل کھڑا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا کہ اخیر زمانہ میں فتنے ایسے پے در پے آئیں گے جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جائے کہ ایک کے بعد دوسرا گرتا چلا جاتا ہے آجکل یہی حالت ہے جس کو دیکھ کر اہل درد یوں کہتے ہیں۔

یک تن دخیل آرزو دل بچہ مدعا دہم　　　تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا کنم

"ایک جسم ہے اور دل کی بہت آرزوئیں ہیں کس کس کو مدعا دوں سارا بدن داغ داغ ہے پھایہ کہاں کہاں رکھوں"

اور یہ بیان آجکل ہی کے واسطے کر رہا ہوں تو صاحبو! اس وقت جن کی اصلاح کی تم کو فکر ہے اور اس کے لئے تم جلسوں میں مارے مارے پھرتے ہو مجھے اندیشہ ہے کہیں تم بھی ویسے ہی نہ ہو جاؤ۔

مناظرہ کا ہر شخص اہل نہیں

دہلی میں ایک شخص عیسائیوں سے مناظرہ کرتا تھا پھر خود عیسائی ہو گیا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک بدعتی پیر فدا حسین نامی جو

(۱) اللہ جس بات کا ارادہ فرمالے اس کے خالف واقع ہونا محال ہے۔

نہایت ہی بد دین تھا۔ شراب وغیرہ کو حلال کہتا تھا مولانا نے اس سے مناظرہ کرنے کو ایک ولایتی عالم کو بھیجا فدا حسین کو معلوم ہوا تو اس نے مولوی صاحب کا استقبال کیا اور بہت خاطر مدارات کی اور یہ کہا کہ مولانا آپ گرمی میں تشریف لائے ہیں ذرا آرام فرمایئے لیٹ جایئے ظہر کے بعد مناظرہ کریں گے دو چار خادموں کو حکم دیا کہ مولوی صاحب کے پیر دباؤ مولوی صاحب لیٹ گئے اور سو گئے ان کا سونا تھا کہ خبیث نے ان کے متخیلہ (۱) پر تصرف کرنا شروع کیا جس سے نہ معلوم خواب میں ان کو کیا کیا نظر آیا ہوگا انجام یہ ہوا کہ فدا حسین نے ان کے جاگنے سے پہلے کہہ دیا کہ حلوا انڈا تیار کرو (یہ مرید کرنے کی اصطلاح تھی) کسی نے کہا کہ کون مرید ہونے کو آیا ہے۔ کہا یہ مولوی صاحب! خادم نے کہا یہ تو تم سے لڑنے آئے ہیں۔ کہا بس یہ ہم کو شکار کرنے آئے تھے خود ہی شکار ہوگئے۔ اب جاگتے ہی مرید ہونگے۔ چنانچہ جاگتے ہی جو پہلی بات مولوی صاحب کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ میں اب تک گمراہ تھا اب مجھے حق واضح ہوا مجھے بیعت کر لیجئے خبیث نے اسکو بیعت کیا اور حلوا تقسیم کیا پھر ان سے پوچھا کہ حلوا بچ گیا ہے اتنی ہمت ہے کہ اپنے استاد کو (یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ) دے آؤ کہا ہاں جہاں چاہو بھیج دو شوق سے جاؤں گا۔ چنانچہ ڈاڑھی مونچھ کا صفایا کر کے حلوا سر پر رکھے ہوئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا مجھے تو حق نصیب ہوگیا تو تم بھی گمراہی سے توبہ کرلو یہ حلوا لایا ہوں شاہ صاحب نے کہا جا مردود نکل یہاں سے۔ اور اب شاہ صاحب بڑے پچھتائے کہ اس کا کام فدا حسین کے پاس جانے کا نہ تھا۔ ہاں

(۱) قوت متخیلہ خیالات کی قوت کو کہتے جیسے آج کل ہپناٹائز کر دیا جاتا ہے کہ پھر وہی بات سمجھ میں آتی ہے جو ہپناٹائز کرنے والا چاہتا ہے۔

یہ کام مولانا شاہ اسماعیل صاحب کا تھا۔ امیر شاہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھوائی ہے کہ دہلی میں ایک مجذوب تھا بڑا مضبوط قوی اور بہت فوں فاں کیا کرتا تھا کسی کو اس کے سامنے جانے کی ہمت نہ تھی لوگ کہنے لگے کہ شاہ اسماعیل صاحب سب کو نمازی بناتے ہیں اس مجذوب کو نمازی بنائیں تو ہم جانیں۔ ایک دفعہ شاہ صاحب کا اس کا سامنا ہوگیا تو شاہ صاحب نے اس کو نماز کے لئے پکارا اس نے بڑی فوں فاں کی شاہ صاحب اس کے حجرہ میں گھس گئے اور دونوں میں کشتی ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں مجذوب کی فوں فاں سب ختم ہوگئی اور شاہ صاحب کے ساتھ سیدھا سیدھا نماز کو آ گیا۔ پھر سب جذب ختم ہوگیا۔

فدا حسین مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب سے بہت ڈرتا تھا۔ اس کے مریدوں نے ایک دفعہ کہا کہ آپ سب پر اثر ڈالتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب پر کچھ تصرف نہیں کرتے۔ یہ تو ہماری جماعت کو سب سے زیادہ ذلیل وخوار کرتے ہیں تو اس نے یہ بات بتائی کہ بات یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب خدائی کوتوال ہیں جو کام یہ کررہے ہیں وہ ان کا منصبی کام ہے۔ اور ہم گو شہزادے ہیں مقبول بارگاہ ہیں لیکن شہزادے پر لازم ہے کہ اگر شاہی کوتوال اس پر کوئی الزام قائم کر کے اس کو حوالات میں بھیج دے تو اس وقت اس سے مزاحمت نہ کرے بلکہ حوالات میں چلا جائے جب مقدمہ بادشاہ کے سامنے جائیگا۔ یہ بوجہ مقبولیت ومحبوبیت کے فوراً رہا ہوجائیگا لیکن اس نے کوتوال سے مزاحمت کی تو پھر معتوب شاہی بھی ہوجائیگا۔ یہ اس نے بات بنائی ورنہ وہ جانتا تھا کہ شاہ اسمٰعیل صاحب کے سامنے میرا تصرف سب ملیامیٹ ہوجائیگا (کیونکہ شاہ صاحب نرے

ملانہ تھے بلکہ صاحب تصرف بھی تھے وہ ان ملحدوں کا تصرف سلب کر سکتے تھے)(۱)
ان کا کام تھا بددینوں کی اصلاح کرنا ان کا کام تھا طوائفوں کی اصلاح کرنا اس کا قصہ بھی امیر شاہ خاں صاحب نے لکھوایا جو امیر الروایات میں قابل دید ہے۔ اور ہر ایک کا کام نہیں یہ وہی کرسکتا ہے جو فنا ہو چکا ہو نفس کو مار چکا ہو ورنہ طوائفوں کی تو کیا اصلاح کرے گا خود ان کا طواف کرنے لگے گا۔

ہر فتنہ کی مدافعت کے درپے ہونا ضروری نہیں

صاحبو! حضور ﷺ نے جہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے: "من سمع منکم بالدجال فلینا فرعنه "(۲) کہ جو شخص دجال کے ظاہر ہونے کی خبر سنے اس کو چاہیے کہ اس سے دور بھاگے یہ نہیں فرمایا کہ اس سے مناظرہ کرو معلوم ہوا کہ ہر فتنہ کی مدافعت کے درپے نہ ہونا چاہیے جو فتنہ اپنی قدرت سے باہر ہو اس سے دوری ہی اچھی اس سے الگ ہی رہو۔ اب مولانا! اکھاڑے میں کودتے ہیں دیکھ لیں کہ ان میں قوت ہے یا نہیں اول تو باطنی قوت دیکھ لو کہ تمہارا اثر کتنا ہے۔ ظاہری قوت کو تو بڑا دخل ہے کہ عوام میں مشہور ہے کہ سلاطین وحکام پر سحر نہیں چلتا۔ مراد یہ کہ جو صرف حاکم ہی ہوا اور جو سلطان ہونے کے ساتھ نبی بھی ہوا اس پر سحر چل سکتا ہے چنانچہ رسول ﷺ پر سحر کا اثر ہوا ہے ۔ (اگر اثر نہ ہوتا تو عوام کو شبہ ہوتا کہ آپ نرے بادشاہ ہی ہیں) مگر آپ پر کچھ زیادہ اثر نہیں ہوا سحر تو قتل کے واسطے کیا گیا تھا اور آپ پر صرف اتنا اثر ہوا کہ حضور ﷺ کو بھول ہو جاتی تھی۔ غرض ظاہری قوت کو بھی بڑا دخل ہے۔ علماء اس کو

(۱) ان کے نصرت کو ختم کر سکتے تھے (۲) المستدرک للحاکم: ۴/۵۳۱۔

بھی اول دیکھ لیں کہ کتنے آدمی ان کے ساتھ ہیں اور کتنا مال ان کے پاس ہے اس کے بعد کام شروع کردیں۔ اگر بدوں مال کے کام شروع کردیا اور پانچ سو روپے قرض ہوگئے تو اب مولانا مجبور ہوکر چندہ کریں گے۔ جس میں ایسے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے جن کی جبہ سائی(۱) بھی اپنے دروازہ پر گوارہ نہ تھی۔ اب اگر یہ قرض ادا ہوگیا اور اس کے بعد ہمت کا وضو ٹوٹ گیا تو خیر ورنہ ساری عمر اسی گھس گھس میں رہے گا کہ آج قرض کرلیا کل چندہ کرلیا پھر قرض کرلیا۔

دعاؤں میں تطبیق

بہرحال حضور ﷺ نے ایک جگہ تو رفع فتنہ کی دعا فرمائی نعوذ باللّٰہ من الفتن ماظهر منها و ما بطن (۲) (اور اس کی جگہ صرف لفظ عن الفتنہ کی دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ مجھے فتنہ سے بچائیے دونوں میں تطبیق یہی ہے کہ پہلی دعا اس مقام کے لئے ہے جہاں فتنہ واقع ہونے کا یقین نہ ہوا ہو اور دوسری دعا ایسے موقعہ کے لئے جہاں فتنہ واقع ہونے کا یقین ہوچکا ہو اور جب یقین ہوجائے اس کے خلاف دعا بھی جائز نہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جو ابوجہل کے لئے کسی وقت دعا کی ہے وہ نزول نص اور حصول یقین سے پہلے دعا فرمائی ہے ہاں جہاں جہاں یقین نہ ہو وہاں دعا جائز ہے۔ پس تم کو آج کل ان فتنوں کے دفعیہ کے لئے دعا جائز ہے کیونکہ تم کو یقین حاصل نہیں اور اہل اللہ کو جو کسی واقعہ کے متعلق کشف سے معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں قوم یا فلاں شخص پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) جنکا اپنے در پر ماتھا ٹیکنا بھی گوارا نہیں تھا (۲) فتح الباری لابن حجر ۱۳: ۲۷۰ بلفظ آخر۔

اہل اللہ کا مختلف مذاق

اہل اللہ کا مذاق مختلف ہے بعض تو کشف کو (صاحب کشف پر)(۱) حجت سمجھتے ہیں اور کشف کے خلاف دعا کو ناجائز سمجھتے ہیں انہیں کی نسبت مولانا کا ارشاد ہے۔

کفر باشد نزد شان کردن دعا　　　کاے خدا از ما بگردان ایں قضا

’’ان کے نزدیک دعا کرنا کفر ہے کہ اے خدا ہم سے اس حکم قضا کو پھیر دے‘‘

اور حجت کشف کا قول ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے مگر میں نے شیخ کا اصل قول دیکھا ہے۔اس سے استدلال صحیح نہیں۔ البتہ تنبیہ الطربی میں اس کی پوری تحقیق موجود ہے ان کا قول صرف اس قدر ہے کہ کبھی کشف بھی تلبیس (۲) سے محفوظ ہوتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب کہاں ہوا کہ قطعی ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کشف محفوظ سے کشف غیر محفوظ اقرب الی الصحت ہے(۳) سو اتنی بات کی صحت میں کس کو کلام ہے مگر اس اسے کشف کا شرعی حجت ہونا لازم نہیں(۴) آتا نہ صاحب کشف پر نہ دوسروں پر اور بعض اس کے متعلق بھی دعا کو جائز کہتے ہیں اور یہی حق ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ

چوں خدا از خود سوال و گد کند　　　پس سوال خویشتن چوں روکند

’’جب اللہ تعالیٰ خود سوال کرنے کا حکم فرمائیں پس پھر اپنے سے سوال کرنے والے کو کیسے رد فرمائیں گے‘‘

---

(۱) جس کو کشف ہوتا ہو اس کے لئے اپنے کشف کے خلاف عمل کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں (۲) ملاوٹ (۳) ایسا کشف جس میں کسی دوسری بات کا احتمال نہ ہو اس کشف کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہوتا ہے جس میں دوسری بات کا بھی احتمال ہے (۴) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کشف بھی دلائل شرعیہ میں سے ہے۔

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو ایمنی از تو مہابت ہم زتو

وہ کہتے ہیں کہ جب ہمارے دل میں کشف کے بھی دعا کا تقاضا ہوا ہے تو یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قبول بھی وہی فرمائیں گے۔ پس دعا تو کرو مگر عجز کے وقت تدبیر کے درپے نہ ہو اور تدبیر بھی کرو تو اپنی اصلاح کو مقدم کرو کہ تمہاری اصلاح میں ان تدابیر سے خلل نہ آئے۔ ورنہ رسول ﷺ دجال سے بھاگنے کا امر نہ فرماتے۔ حالانکہ اسی دجال کے متعلق حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص اس سے مناظرہ بھی کرے گا جس میں بتلا دیا گیا کہ اس سے مناظرہ فی نفسہ مذموم (۱) نہیں مگر تم کو اس واسطے منع کیا جاتا ہے کہ تم اس کے متحمل نہیں تمہارے دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ پس دوسروں کی اصلاح کے درپے اس وقت ہو جب کہ اپنی حفاظت کا پورا سامان ہو اس کے متعلق میرا وعظ التصدی للغیر (۲) (بہت مفصل ہے اس کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے)۔

خلاصہ وعظ

خلاصہ یہ کہ جس کی اصلاح اپنے قبضہ میں ہو وہاں تو دعا بھی کرو تدبیر بھی کرو اور جہاں اصلاح قبضہ میں نہ ہو وہاں دعا تو مطلقاً جائز ہے مگر تدبیر اس شرط سے جائز ہے کہ اپنا ضرر نہ ہو پس اب میں ختم کرتا ہوں۔

(۱) اپنی ذات میں برا نہیں (۲) دارالعلوم سے چھپ چکا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی اله و اصحابه اجمعین۔ والحمدللّٰہ رب العالمین۔

تتمہ وعظ

بعد بیان کے فرمایا کہ ایک حدیث اور یاد آئی جس سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ دوسروں کی نفع رسائی کا اس وقت اہتمام کیا جائے جبکہ اپنا ضرر نہ ہو حضور ﷺ سے کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک دینار ہے اس کو کیا کروں۔

قال انفقه علی نفسك (۱) ''فرمایا خرچ کرو'' قال آخر قال انفقه علی اهلك (۲) ''اس نے کہا میرے پاس ایک دینار اور بھی ہے فرمایا اس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو'' قال وآخر قال انفقه علی ولدك (۳) ''اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے'' فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ المراد به البالغون من الاولاد فان الصغار قد دخلوا فی الاهل لکونهم فی عیاله واهل الرجل اهل بیته الذین (۴) بعد قال وآخر انفقه علی خادمه ، کاہ میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ قال وآخر وقال فانت املك علیه ''کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اب تم کو اختیار ہے (جہاں چاہو خرچ کرو)۔ صوفیہ کا مذاق تو یہ ہے کہ خود بھوکے رہو اور دوسروں کو دے دو اور اسی کا نام ایثار ہے مگر حضور ﷺ نے اول اپنے اوپر پھر اپنے متعلقین پر انفاق کا امر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ نفع لازمی نفع متعدی سے مقدم ہے۔ اس طرح ایک آیت یاد آئی۔ ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا

(۱) مشکوۃ المصابیح: ۱۹۴۰ (۲) مسند الحمیدی ۱۱۷۶ (۳) شرح السنۃ: ۶:۱۹۳ (۴) اس سے مراد بالغ اولاد ہے کیونکہ نابالغ اولاد جس کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے وہ اہل میں داخل ہے

كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں شفقت بیحد تھی۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی تعدیل فرمائی ہے کہ آپ نہ تو اپنے ہاتھ کو بالکل بند کریں نہ پوری طرح کھول دیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ملامت زدہ اور عاجز ہوکر بیٹھ جائیں گے (کیونکہ جب آدمی دوسروں پر سخاوت کرکے خود پریشان ہوتا ہے تو لوگ اسی کو ملامت کرتے ہیں کہ ایسی سخاوت سے کیا نفع کہ خود بھیک مانگنے کے قابل ہوگئے۔ یہ تو امر ہوا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کا جواب ہے کہ آپ تو ہر ایک کو دینا ہی چاہتے تھے اور کسی کی پریشانی کو دیکھ نہ سکتے تھے تو فرماتے ہیں ان ربك یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر۔ کہ رزق کا فراخ وتنگ کرنا خدا کے قبضہ میں ہے وہ جس پر چاہتے ہیں رزق کو فراخ کردیتے ہیں اور جس پر چاہتے ہیں تنگ کردیتے ہیں آپ کی سخاوت سے دوسروں کی تنگی رفع نہیں ہوسکتی اگر خدا کو اس کی تنگی کا رفع کرنا منظور نہیں ہے۔ (کیونکہ ممکن ہے کہ جس کو آپ نے ہزار روپے دیئے ہیں رات ہی کو اس کے پاس سے چوری ہوجائیں مثلاً اس کے بعد کسی کے دل میں یہ بات آسکتی ہے کہ بیشک ہم کسی کا افلاس رفع نہیں کرسکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو رفع کرسکتے ہیں۔ پھر وہی مفلسوں کا افلاس رفع فرمادیں تاکہ ان کی پریشانی سے ہمارا دل نہ دکھے۔ اس کا جواب آگے دیتے ہیں انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا۔ کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون دینے کے قابل ہے اور کون نہیں۔ آپ ہم کو مشورہ نہ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ بات معلوم ہے کہ کس کے لئے غنا مناسب ہے اور کس کے لئے افلاس (۲) اس تعلیم سے شفقت کی تعدیل کردی گئی۔

---

(۱) قرآن پاک میں دیکھ کر ترجمہ لکھو (۲) کس کے لئے مال دار ہونا مناسب ہے اور کس کے لئے غریب ہونا۔

اصلاح غیر کے در پے ہونا مطلوب نہیں

وعظ آداب التبلیغ بھی اس مضمون میں قابل مطالعہ ہے اس میں بھی تعدیل کے متعلق(۱) مفید مضامین ملیں گے شاید وہ اس بیان کے لئے مکمل ہوجائیں۔ اب میں ختم کر چکا البتہ ایک بات پر تنبیہ کرتا ہوں وہ یہ کہ حضور ﷺ کو جو تخفیف شفقت کے لئے ارشادات ہوئے ہیں اس کا منشاء یہ نہ تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ میں افراط کا درجہ تھا۔ جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اپنے دین کو ضرر ہونے لگے بلکہ ان ارشادات کا منشا یہ ہے کہ زیادہ شفقت کی وجہ سے حزن وغم کا آپ کے جسم پر مرض وغیرہ کا اثر ہونے کا مظنہ تھا(۲)۔ چنانچہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۔ سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ پر شفقت کی وجہ سے جسمانی امراض کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعدیل فرمائی کیونکہ امراض جسمانی بھی بعض دفعہ خلل دین کی طرف مفضی ہوجاتے ہیں(۳)۔ باقی اسکا ہرگز احتمال نہ تھا کہ شفقت کی وجہ سے آپ اپنا دین کا نقصان کر لیتے ہوں۔ انبیاءؑ اس سے معصوم ہیں اور حضور تو سب سے اکمل ہیں اب ایک شبہ اور رہا وہ یہ کہ نص میں ہے۔ ﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ جس میں صحابہ کی مدح فرمائی گئی ہے کہ وہ دوسروں پر ایثار کرتے ہیں ان کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اپنے کو بھی احتیاج ہو اور مدح فعل محمود ہی پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اپنی ذاتی

---

(۱) شفقت میں اعتدال کے بارے میں مفید مضامین ہیں (۲) غم وپریشانی کے سبب آپ کے بیمار ہونے کا خدشہ تھا (۳) بیماری کی وجہ سے بھی بعض دفعہ دینی نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا محمود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں محمود ہے بشرطیکہ اپنے دین میں نقصان نہ آئے۔ اور اپنا دین ضرر سے محفوظ رہے(۱) حضرات صحابہؓ کو اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم کرنے کی اجازت تھی اور ان کا یہ فعل محمود تھا(۲)۔ کیونکہ اس سے ان کے دین کو ضرر پہنچنے کا احتمال نہ تھا جس کی دلیل خود وہی اوصاف ہیں جو اسی آیت میں اس جملے سے پہلے مذکور ہیں ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ یعنی ان کے دل میں ایمان راسخ وثابت تھا اور ان کے قلوب حرص سے پاک تھے اور محبت اسلام ومسلمین سے لبریز تھے اور اس حالت میں ایثار سے منع نہیں کیا بلکہ میں نے بار بار یہ کہا ہے کہ پہلے اپنی ظاہری وباطنی قوت کو دیکھ لو اس کے بعد ایثار کرو اور دوسروں کے کاموں میں پڑو مگر اپنا نقصان کرکے اور دین کو برباد کرکے دوسروں کے کاموں میں لگنا اور اصلاح غیر کے درپے ہونا یہ حضرات صحابہ سے کہاں ثابت ہے اور اس پر کہاں مدح کی گئی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کی اول تعریف اس پر کی ہے کہ وہ اپنے نفس کی تکمیل کرچکے ہیں اور ایمان کو اپنے دلوں میں جما چکے اور نفس کو حرص وغیرہ سے پاک کرچکے ہیں۔ اس کے بعد ایثار پر مدح کی گئی ہے اس سے خود میرے بیان کی تائید ہورہی ہے کہ اصلاح نفس اصلاح غیر سے مقدم ہے اور یہ کہ ایثار کی اسی کو اجازت ہے جو اپنی اصلاح سے فراغت کرچکا ہو۔

(۱) اپنا دین نقصان سے محفوظ رہے (۲) پسندیدہ۔

اب وہ مولانا صاحبان غور کرلیں جو اصلاح وتکمیل سے فارغ ہوگئے ہیں۔ اگر وہ سچ بولیں گے تو ضرور یہ کہیں گے کہ فراغت تو کہاں ابھی تو اپنی اصلاح کی ابتداء بھی نہیں ہوئی میں اسی حالت کو مرض کہہ رہا ہوں اوراسی سے منع کررہا ہوں۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حفظ حدود کی توفیق دیں اورفہم سلیم عطافرمائیں۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

خلیل احمد تھانوی

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

فہرست مطبوعات ادارہ اشرف التحقیق

یکم جنوری 2015ء

مکمل قیمت	نام کتاب
8000/=	احکام القرآن حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لکھی گئی ایک عظیم تفسیر جس میں فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ دوسری منزل مصنفہ مولانا مفتی سید عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ ترمذی، تیسری، چوتھی منزل مصنفہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ادارے کی طرف سے طبع شدہ مکمل ۱۱ جلد)
2700/=	تحفۃ القاری: قیمت ۳ جلد بحل مشکلات البخاری تالیف شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی
290/=	مقالات القرآن: (مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۸ عظیم مقالات کا مجموعہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی
220/=	مقالات سیرت: (مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار عظیم مقالات کا مجموعہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

عکس جمیل : (سوانح حیات مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	850/=
اسلام اور حدود تعزیرات : (اسلامی سزاؤں کے بارے میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ۸ مقالات کا مجموعہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	450=
جمالیات جمیل : (مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو، عربی، فارسی مجموعۂ کلام) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	600/=
مختصر قواعد میراث : (میراث کی تقسیم کے قواعد و قوانین کے بارے میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	80/=
نماز کے اہم مسائل : (نماز کے ضروری مسائل پر حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے منتخب مجموعہ) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	210/=

خلافت راشدہ: (خلافت راشدہ کے بارے میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر اور محدثانہ تحریر)	200/=
دلائل وجوب قربانی: (کتاب وسنت واجماع صحابہ اور عقلی دلائل سے قربانی کے وجوب پر ایک محققانہ تصنیف)	190/=
مرآت الآیات والحدیث: (قرآنی آیات کی ترتیب پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی مکمل فہرست) مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	150/=
جلاء القلوب: (معترضین اسلام کے دندان شکن جوابات پر مشتمل حضرت تھانوی کا مشہور وعظ)	60/=
مدراس البلاغۃ: مختصر معانی پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مرتب: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی	260/=